تقلید شخصی

کا ثبوت

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تعامل سے

از

افادات سیدی حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی دامت فضائلہم

"مولانا موصوف کی مجالس عموماافاداتِ علمیہ سے معمور رہتی ہیں ایک اتفاقی مجلس میں آپ نے دو عظیم الشان فائدوں کی طرف اشارہ فرمایا جن میں سے ایک اس صحبت میں ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے۔اس میں آپ نے تقلید شخصی کے ثبوت میں صحیح بخاری کی روایت سے صحابہ کرام کے تعامل کا ایک واقعہ بیان فرمایا جس کو احقر نے باضافہ مختصر تمہید ضبط کر لیا وہو ہذا۔"

بندہ محمد شفیع عفااللہ عنہ

(مفتی دارالعلوم دیوبند ثم مفتی اعظم پاکستان نور اللہ مرقدہ)

کسی مسلمان کو اس میں خلاف نہیں ہو سکتا کہ اصل حکم تمام امور میں حق تعالیٰ کا ہے اور صرف اُسی کا اتباع ہر شخص پر واجب ہے۔ انبیاء و رُسل کے احکام جو واجب التسلیم ہیں وہ بھی صرف اسی بناء پر کہ وہ حق تعالیٰ کے احکام کے مبلّغ اور خالق و مخلوق کے درمیان واسطہ ہیں۔ وہ اگر اپنے اجتہاد سے بھی کچھ حکم دیتے ہیں تو اس بناء پر کہ اُس کو کوئی قرینہ و دلیل سے حق تعالیٰ کا حکم سمجھتے ہیں اور اسی لئے خود حق سبحانہ و تعالیٰ نے اُن کے احکام کی اطاعت مخلوق پر فرض و واجب قرار دی ہے ورنہ ان الحکم الا للہ (اللہ کے سوا کسی کا حکم قابل تسلیم نہیں) قرآن کا کھلا ہوا اعلان ہے۔

اس سے یہ بات بھی بخوبی واضح ہو گئی کہ جس طرح انبیاء و رسل کے احکام کی اطاعت کو حق تعالیٰ کے ساتھ شرک فی الحکومۃ والربوبیۃ نہیں کہا جاسکتا۔ اسی طرح ائمہ امت جو انبیاء کرام علیہم السلام کے نائبین اور اُن کے احکام کی حقیقت کو پوری طرح سمجھنے والے ہیں اُن کے بتلائے ہوئے احکام کی تبلیغ کرنے والے ہیں وہ جو کچھ اجتہاد سے بھی کہتے ہیں تو اُس کی بھی اصل کتاب و سنّت کے ساتھ مستند ہوتی ہے۔ تو جس طرح انبیاء علیہم السلام کی اطاعت عین حق تعالیٰ کی اطاعت ہے۔ اسی طرح ائمہ دین کی اطاعت بھی بلاشبہ اللہ و رسول کی اطاعت ہے۔ اسی اطاعت کا نام اصطلاح فقہ میں تقلید ہے۔

آیت کریمہ فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون (اگر تم نہیں جانتے تو اہلِ علم سے دریافت کرلو) میں قرآن کریم نے اسی اصولی مسئلہ کی تعلیم دی ہے کہ جو لوگ خود قرآن و حدیث کے غوامض کو نہیں سمجھ سکتے وہ اہل علم سے احکام الٰہیہ دریافت کریں اور اُن کی تقلید کریں۔

خلاصہ یہ ہے کہ تقلید کی حقیقت صرف اتنی ہے کہ نہ جاننے والے جاننے والوں سے پوچھ پوچھ کر احکامِ خدا پر عمل کریں۔ اور یہ ایک ایسا مسلّم الثبوت ضابطہ ہے کہ کوئی سمجھ دار انسان اس سے انکار نہیں کرسکتا۔ اسی وجہ سے منصف اہل حدیث بھی مطلق تقلید کے جواز بلکہ وجوب میں اختلاف نہیں کرتے۔ اور اسی لئے اس کے عقلی اور نقلی دلائل جو عامۂ کتب میں مذکور و معروف ہیں اُن کے لکھنے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ اختلاف اور بحث صرف اس میں ہے کہ امام معیّن کی تقلید پر پابندی کی جاوے کہ ایک امام کی تقلید کرتے ہوئے دوسرے ائمہ کے اقوال پر عمل نہ کیا جاوے جس کو اصطلاح میں تقلید شخصی کہا جاتا ہے لیکن اگر اس کی حقیقت کو سمجھ لیا جاوے تو یہ بھی کوئی مشکل بحث نہیں رہتی۔

تقلید شخصی کی حقیقت : اصل یہ ہے کہ قرآن وحدیث کی بے شمار نصوص اتباع ہویٰ(خواہش پرستی) کی حرمت وممانعت کے لئے آئی ہیں اور اسی لئے ائمہ اربعہ اور تمام اُمت کا اس پر اتفاق ہے کہ اتباعِ ہویٰ احکام دینیہ میں قطعاً حرام ہے جو شخص اپنی غرض اور خواہشات کو سامنے رکھ کر اُس کی پَیروی کرتا ہے اور پھر قرآن وحدیث میں اُس کے دلائل ڈھونڈھتا ہے وہ اپنے ارادے اور خیال کے اعتبار سے متبع ہویٰ ہے متّبع قرآن نہیں اگرچہ قرآن میں اُس کی کوئی سند اتفاقاً مل بھی جاوے معاملہ علیم وخبیر کے ساتھ ہے جو دلوں کی گہرائیوں پر مطلع اور نیتوں اور ارادوں سے واقف ہے۔حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے فتاوٰی میں اس پر ایک مبسوط مقالہ میں تمام اُمت کا اتفاق نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جو شخص اپنی خواہشات کی پیروی کرنے کے لئے ائمہ مجتہدین کے مذاہب ڈھونڈتا ہے۔اور اپنی ہویٰ پر عمل کرکے اُس کو کسی امام کی طرف منسوب کردیتا ہے۔وہ خدا تعالیٰ اور اُس کے رسول کا متبع نہیں۔بلکہ متبع ہویٰ ہے اور ایسا کرنا دین کو ایک کھلونہ بنانا ہے۔

ابن تیمیہؒ کے بعض الفاظ یہ ہیں:

فی وقت یقلدون من یفسدہ وفی وقت یقلدون من یصححہ بحسب الغرض والھوٰی ومثل ھذا لا یجوز باتفاق الامۃ (ثم قال بعد ثلاثۃ اسطر) ونظیر ھذا ان یعتقد الرجل ثبوت شفعۃ الجوار اذا کان طالبا لھا وعدم ثبوتھا اذا کان مشتریا فان ھذا لا یجوز بالاجماع وکذا من بنی صحۃ ولایۃ الفاسق فی حال نکاحہ و بنی علی فساد ولایتہ حال طلاقہ لم یجز ذلک باجماع المسلمین ولو قال المستفتی المعین انا لم اکن اٰعرف ذلک وانا الیوم التزم ذلک لم یکن من ذلک لان ذلک یفتح باب التلاعب بالدین ویفتح الذریعۃ الی ان یکون التحریم والتحلیل بحسب الاھواء۔ فتاوٰی ابن تیمیہ جلد ثانی ص ۲۴۰ وص ۲۴۱

"یہ لوگ ایک وقت اُس امام کی تقلید کرتے ہیں جو نکاح کو فاسد قرار دیتا ہے اور دوسرے وقت میں اُس امام کی جو اُس کو صحیح قرار دیتا ہے اور یہ محض اپنی غرض وہویٰ کی وجہ سے ہے اور ایسا کرنا باتفاق امت ناجائز ہے (پھر اس کے تین سطر بعد لکھا ہے) اور اس کی نظیر یہ ہے کہ کوئی آدمی جس وقت کسی حق شفعہ کا خود طالب ہو تو (مذہب امام ابو حنیفہؒ کے موافق) شفعہ جوار کے ثبوت کا اعتقاد ظاہر کرے اور اگر مشتری ہو اور دوسرا شخص طالب شفعہ تو (مذہب امام شافعیؒ کے مطابق) اُس کے عدم ثبوت کا معتقد بن جائے۔ایسے ہی وہ شخص جو بحالت قیام نکاح ولایت فاسق کی صحت کا قائل اور اس کی بناء پر منافع نکاح سے منتفع ہے مگر جب طلاق ثلٰثہ دیدے تو حرمت مغلظہ سے بچنے کے لئے ولایت فاسق کو کالعدم اور اُس کے ماتحت منعقد شدہ نکاح کو فاسد قرار دے کہ یہ باجماع مسلمین جائز نہیں۔اور اگر کوئی مستفتی یہ کہے کہ پہلے مجھے اس مذہب کی خبر نہ تھی اور اب میں اس کا معتقد اور پابند ہوں

تب بھی اُس کا قول قابل تسلیم نہیں کیونکہ یہ دین کو ایک کھلونہ بنانے کا دروازہ کھولنا ہے اور اس کا سبب بنتا ہے کہ حرام و حلال کا مدار محض اہواء و خواہشات پر ہو جاوے۔"

علماء اُمت کی تصریحات اس بارہ میں بے شمار ہیں ہم نے اُن میں سے صرف حافظ ابن تیمیہؒ کے کلام پر اس لئے اکتفاء کیا کہ حضرات اہل حدیث بھی ان کی امامت و جلالت کے قائل اور بہت سے معاملات میں ان کے متّبع ہیں۔

الغرض اتباع ہویٰ باجماع اُمت حرام ہے۔ اور ادھر یہ بات تجربہ سے محسوس و مشاہد ہے کہ اگر عوام کو آزاد چھوڑ دیا جاوے کہ جس مسئلہ میں چاہیں ابو حنیفہؒ کے مذہب پر عمل کریں اور جس میں چاہیں شافعیؒ کے مذہب پر پھر جب چاہیں مالکیہ کا قول لے لیں اور جب چاہیں حنابلہ یا دوسرے ائمہ مجتہدین کا تو اس کا انجام لازمی طور پر وہی ہو گا جس کو حافظ ابن تیمیہؒ نے باجماع مسلمین حرام و ناجائز قرار دیا ہے۔ اس شرعی مصلحت کی بناء پر عافیت اور سلامت اس میں دیکھی گئی کہ امام واحد کا اتباع تمام مسائل میں لازم قرار دیا جائے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اصل مقصود اتباعِ ہویٰ سے بچنا ہے اور چونکہ اس کی تدبیر اس ہویٰ پرستی کے زمانہ میں اس کے سوا کچھ نہیں کہ عمل کرنے والوں کو آزاد نہ چھوڑا جاوے بلکہ امام واحد کی تقلید پر مجبور کیا جاوے اس لئے تقلید شخصی بوجہ ذریعہ مقصود ہونے کے واجب قرار دی گئی۔ اس حقیقت کے واضح ہو جانے کے ساتھ یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ائمہ اربعہ کی تقلید یا کسی دوسرے امام معین کی تقلید کے ثبوت کے لئے ضروری نہیں کہ قرآن و حدیث مین اُن کا نام بتلایا گیا ہو یا اُن کی تعیین کو ضروری کہا گیا ہو۔ کیونکہ قرآن و سنت مقاصد شرعیہ کی تصریح کرتے ہیں اُن کے ذرائع کی تصریح کرنا ضروری نہیں جیسے حج کا فرض ہونا قرآن و حدیث میں منصوص ہے۔ مگر ریل اور جہاز یا موٹر اور اونٹ جن کے ذریعہ حج کے مقصود تک رسائی ہوتی ہے اُن میں سوار ہونے کی ضرورت کی تصریح یا جہاز کے نام کی تعیین کتاب و سنت میں ڈھونڈھنا ناواقفیت اور بے علمی کی دلیل ہے۔ اس لئے اگر کتاب و سنت میں کہیں بھی تقلید شخصی کا ثبوت تصریحاً نہ ہوتا صرف اتباعِ ہویٰ کی ممانعت تقلید شخصی کے ثبوت کے لئے کافی تھی۔

لیکن حضرات صحابہ کے تعامل سے ثابت ہوتا ہے کہ قرنِ اول میں بھی اس کے نظائر موجود ہیں۔ عام حضراتِ صحابہ علماء صحابہ کی تقلید کرتے تھے۔ پھر ان میں بھی بعض تو مطلقاً بلا تعیین کے کبھی کسی عالم کی اور کبھی کسی دوسرے بزرگ کی تقلید

کر کے عمل کرتے تھے۔ کیونکہ وہ حضرات اتباع ہویٰ کے خطرہ سے محفوظ ومامون تھے۔ اور بعض اُس وقت بھی تقلید شخصی پر عامل تھے جس کی ایک نظیر اس جگہ لکھی جاتی ہے اور یہی اس تحریر کا اصل مقصد ہے۔

اہل مدینہ کا تعامل زید بن ثابتؓ کی تقلید شخصی

صحیح بخاری میں حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ :

ان اهل المدينة سألوا ابن عباس رضى الله عنه عن امرأة طافت ثم حاضت قال لهم تنفر قالوا لا نأخذ بقولك و ندع قول زيد۔ (صحيح البخارى ۔ كتاب الحج ۔ باب اذا حاضت المرأة بعد ما افاضت)

"اہل مدینہ نے حضرت ابن عباسؓ سے اُس عورت کے بارہ میں سوال کیا جو طواف فرض کے بعد حائضہ ہو گئی ہو (کہ وہ طواف وداع کے لئے پاک ہونے تک انتظار کرے یا طواف اُس سے ساقط ہو جائے گا۔ اور اُس کو چلا جانا جائز ہوگا) ابن عباسؓ نے فرمایا کہ وہ جاسکتی ہے۔ اہل مدینہ نے کہا کہ ہم آپ کے قول پر زید بن ثابت کے قول کے خلاف عمل نہیں کریں گے۔"

اور فتح الباری میں بحوالہ ثقفی اسی واقعہ میں اہل مدینہ کے یہ الفاظ نقل کئے ہیں:

ا فتيتنا او لم تفتنا زيد بن ثابت يقول لا تنفر۔

"آپ فتویٰ دیں یا نہ دیں حضرت زید بن ثابت تو یہ کہتے ہیں ک یہ عورت (بغیر طواف) واپس نہیں جاسکتی۔"

نیز فتح الباری میں بحوالہ مسند ابی داؤد طیالسی بروایت قتادہؓ اسی واقعہ کے یہ الفاظ منقول ہیں۔

فقالت الانصار لا نتابعك يا بن عباس وان تخالف زيدا فقال سلوا صاحبتكم ام سليم ۔ فتح الباری ج۳ ص۴۶۳

"انصار نے کہا کہ ہم زید بن ثابتؓ کے خلاف قول میں آپ کا اتباع نہ کریں گے۔ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ آپ لوگ ام سلیمؓ سے دریافت کریں (کہ مسئلہ یہی صحیح ہے جو میں نے بتلایا)

اس واقعہ میں انصار مدینہ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی گفتگو کے الفاظ مذکورہ سے دو چیزیں بوضاحت ثابت ہو گئیں۔
اول تو یہ کہ یہ انصار مدینہ حضرت زید بن ثابتؓ کی تقلید شخصی کرتے تھے اُن کے قول کے مقابل کسی کے فتوے پر عمل نہ کرتے تھے۔ دوم یہ کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے بھی ان لوگوں پر یہ اعتراض نہیں فرمایا جو ہمارے زمانہ کے مدعیان عمل بالحدیث

مقلدین پر کرتے ہیں کہ تقلید شخصی تو شرک فی النبوۃ ہے حرام ہے۔ ناجائز ہے۔ بلکہ اُن کو مسئلہ کی تحقیق اور حضرت زید بن ثابتؓ کی طرف دوبارہ مراجعت کے لئے ارشاد فرمایا۔

چنانچہ فتح الباری ہی میں ہے کہ یہ حضرات مدینہ طیّبہ پہنچے تو انھوں نے حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کے ارشاد کے موافق حضرت ام سلیمؓ سے واقعہ کی تحقیق کی اور حضرت زید بن ثابتؓ کی طرف مراجعت کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت زید بن ثابتؓ نے مکرر حدیث کی تحقیق فرما کر حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے قول کو قبول فرمالیا اور اپنے سابق فتوے سے رجوع کر لیا (کما صرح بہ فی الفتح ج ۲ ص ۴۶۴)

الغرض اس واقعہ سے اتنی بات پر انصار مدینہ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا اتفاق معلوم ہوا کہ جو لوگ شان اجتہاد اور کافی علم نہیں رکھتے وہ کسی امام معیّن کو اپنے پر لازم کر لیں تو بلاشبہ جائز ہے۔

تنبیہ

اس واقعہ سے قرن اول اور حضرات صحابہ کے تعامل سے تقلید شخصی کا ثبوت و جواز ثابت ہوا۔ پھر قرون متاخرہ میں اُس کو واجب و لازم قرار دینے کا سبب یہ ہوا کہ بغیر اس کے اتباع ہویٰ سے محفوظ رہنا عادۃ محال ہو گیا۔ اس کے وجوب کی بھی ایک نظیر قرن اول ہی میں موجود ہے جو انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ رسالہ میں لکھی جاوے گی۔ واللہ الموفق

حررہ العبد محمد شفیع عفا اللہ عنہ

فی کورۃ لبکری من مضافات دیوبند بست من شوال المکرم ۱۳۵۸ھ